Regd S. No. 1411

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پوسٹ بکس نمبر ۷۳۹۴ کراچی ۳

رجسٹرڈ ایس نمبر ۱۴۱۱

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کا

روزنامہ

فی پرچہ ۱

المصلح

جمعہ

۲۴ محرم الحرام ۱۳۷۲ھ

ایڈیٹر عبد القادر بی۔ اے

جلد ۶ | ۲ اخاء ۱۳۳۲ھ ش۔ ۲ اکتوبر ۱۹۵۳ء | نمبر ۱۵۴

پارلیمنٹ میں میاں افتخار الدین کی تحریک التوا مسترد کر دی گئی

کراچی یکم اکتوبر۔ پاک پارلیمنٹ کے اجلاس میں آج میاں افتخار الدین نے ایک تحریک التواء پیش کرتے ہوئے کہا کہ کوریا کے متعلق پاکستان کی پالیسی کے بارے میں کل وزیر خارجہ نے جو بیان دیا تھا۔ وہ غیر تسلی بخش ہے۔ پاکستان نے کوریا کے متعلق ایک مرحلہ پر ایسا رویہ بھی اختیار کیا۔ جو عرب ایشیائی گروپ کی پالیسی کے منافی تھا۔ سپیکر نے اس تحریک کو خلاف قاعدہ قرار دے کر مسترد کر دیا۔ وزیر صنعت خان عبد القیوم نے بتایا۔ کہ ایک غیر ملکی تیل کمپنی نے ہوائی جہاز کے ذریعہ مشرقی پاکستان کا مقناطیسی سروے کیا تھا۔ اس کمپنی نے اب ۱۷ مقامات پر تیل کی کھدائی کرنے کے لیے لائسنس حاصل کرنے کی درخواست کی ہے۔

—— واشنگٹن یکم اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ جن ۲۳ امریکی قیدیوں نے کوریا سے واپس امریکہ آنے سے انکار کر دیا ہے۔ انہیں ان کی ماؤں کے پیغام ریکارڈ کے ذریعہ سنانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

—— تہران یکم اکتوبر۔ حکومت ایران نے شیراز میں مارشل لاء کی مدت میں دو ماہ کا اضافہ کر دیا ہے۔

مصر کے سابق وزیر اعظم ابراہیم عبد الہادی کو فوجی عدالت نے سزا موت دے دی

قاہرہ۔ یکم اکتوبر۔ آج مصر کی فوجی عدالت نے مصر کے سابق وزیر اعظم اور سعد پارٹی کے لیڈر ابراہیم عبد الہادی کو موت کی سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ فیصلے کے مطابق ان کی ساری جائیداد بھی ناجائز ذرائع سے جمع کرنے کے الزام میں ضبط کر لی جائیگی۔ ابراہیم عبد الہادی پر حکومت کے خلاف بغاوت کرنے رشوت ستانی اور بد عنوانی کے الزامات میں مقدمہ چل رہا تھا۔ کل مقدمے کی تیسری اور آخری بار سماعت ہوئی تھی۔ ملزم نے اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہا تھا۔ البتہ جب اس کے وکیل صفائی علی ایوب کو ہٹا دیا گیا۔ تو انہوں نے کہا میں اب کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ اور اس عدالت پر اور خدا پر اپنا انصاف چھوڑتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ وکیل صفائی کو بھی جو مصر کے وزیر رہ چکے ہیں

محمد علی اتفاق رائے سے صدر لیگ

منتخب ہو جائینگے

کراچی ۳۰ ستمبر۔ وزیر اعظم محمد علی کے حلقوں کی توقع کے مطابق پاکستان مسلم لیگ کے صدر متفقہ طور پر منتخب ہو جائیں گے۔ صوبائی لیگوں کے صدر اور صوبوں کے وزرائے اعلیٰ نے مسٹر محمد علی سے درخواست کی ہے کہ وہ اس صدارت کی امیدواری کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیں۔ ان کے حلقوں نے ان افواہوں کی تردید کی ہے کہ مسٹر محمد علی صدارت کے لئے کھڑے نہیں ہوں گے۔ ۱۷ اکتوبر کو خواجہ ناظم الدین کی جگہ پاکستان مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں صدر کا انتخاب عمل میں آئے گا

نخلستان بریمی کے قضیہ میں امریکہ سے مصالحت کرانے کی اپیل

کراچی یکم اکتوبر۔ کل کراچی میں سعودی عرب کے قونصل خانے کے ایک ترجمان نے اعلان کیا کہ نخلستان بریمی کے متعلق سعودی عرب اور برطانیہ کے درمیان جو جھگڑا چل رہا ہے۔ سعودی عرب کی حکومت نے اس کے تصفیہ کے لئے امریکہ سے درخواست کی ہے۔

ترجمان نے بتایا کہ نخلستان بریمی میں برطانیہ نے جو روش اختیار کی ہوئی ہے۔ سعودی حکومت نے اس کے خلاف برطانیہ سے بار بار احتجاج کیا ہے۔ ترجمان نے کہا قتل عام اور لوٹ مار کے واقعات سے دونوں ملک ایک دوسرے کے قریب نہیں آ سکتے۔ اس سے تو تعلقات دن بدن خراب ہوتے جائیں گے۔ برطانیہ نے اپنی روش کے حق میں جو بہانے تراشے ہیں وہ سراسر بے بنیاد ہیں۔

مشرقی پاکستان میں انتخابی فہرستوں کی اشاعت

ڈھاکہ یکم اکتوبر۔ مشرقی پاکستان میں آج انتخابی فہرستوں کے مسودے شائع کئے جا رہے ہیں۔ یہ فہرستیں بالغوں کے حق رائے دہی کے اصول پر مرتب کی گئی ہیں۔ ان میں قریباً ۲ کروڑ ووٹروں کے نام شامل ہیں۔ جن میں سے ۵۴ فیصدی مرد رائے دہندگان ہیں۔ اور ۴۶ فیصدی خواتین ان فہرستوں کے شائع ہونے کے بعد لوگ اس میں رد و بدل کے لئے درخواست دے سکیں گے۔ مکمل اور آخری فہرستیں دسمبر کے دوسرے ہفتہ میں شائع کی جائیں گی۔

ترجیحی سلوک کا خاتمہ

رنگون یکم اکتوبر۔ برما کی پارلیمنٹ میں حکومت کی طرف سے کسٹم محصول کا ایک نیا بل پیش کیا گیا ہے۔ اس بل کی رو سے دولت مشترکہ کے ملکوں کے ساتھ جن میں پاکستان بھی شامل ہے ترجیحی سلوک ختم کر دیا جائے گا۔

وزیر اعظم مہاجر کنونشن کا افتتاح کریں گے

کراچی یکم اکتوبر۔ مہاجرین کی آباد کاری اور دیگر متعلقہ مسائل پر غور و خوض کے لئے کل اور پرسوں جو یہاں مہاجر کنونشن منعقد ہو رہا ہے اس کا افتتاح مسٹر محمد علی وزیر اعظم کریں گے۔

اقوام متحدہ کے لئے مندوبین محض اہلیت کی بناء پر منتخب کئے جاتے ہیں

وزیر خارجہ پاکستان کی طرف سے وضاحت

کراچی ۳۰ ستمبر۔ آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خان وزیر امور خارجہ نے آج پارلیمنٹ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بتایا کہ اقوام متحدہ کے سالانہ اجلاس میں مندوبین کا انتخاب اس لحاظ سے کیا جاتا ہے۔ کہ وہ سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور قانونی سوالات کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں یا نہیں۔ وفد کا انتخاب کابینہ کے ذمہ ہے۔ اس سلسلہ میں دوسرے سوال کا جواب دیتے ہوئے آنریبل وزیر امور خارجہ نے بتایا کہ صوبائی حکومتوں سے مشورہ ضرور لیا جاتا ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ انتخاب صوبائی بنیاد پر کیا جائے۔ انتخاب کابینہ کے ذمہ ہوتا ہے۔ آنریبل وزیر موصوف نے اس سوال کا جواب نفی میں دیا کہ یہ حقیقت نہیں ہے کہ پاکستان کے عالم وجود میں آنے سے اب تک کراچی سے کوئی مندوب منتخب نہ کیا گیا۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو کیوں یہ انتخاب کب عمل میں آئے گا۔ اگر نہیں تو کیوں نہیں۔

آنریبل وزیر موصوف نے بتایا۔ کہ جنرل اسمبلی کے باقاعدہ اجلاس کے ہر وفد میں کراچی کے مندوبین شامل کئے گئے۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنریبل ممبر صوبائی بنیاد پر انتخاب کے لئے تجویز کر رہے ہیں۔

وزیر اعظم کی پریس کانفرنس

اور نشری تقریر

کراچی یکم اکتوبر۔ سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ وزیر اعظم پاکستان مسٹر محمد علی منگل کے دن ۶ اکتوبر کو بارہ بجے دوپہر دستور ساز اسمبلی کے کمیٹی روم میں اخبارات کے نمائندوں سے خطاب فرمائیں گے۔ آپ آج شام سوا سات بجے ریڈیو پاکستان سے اپنی ماہانہ تقریر نشر کر رہے ہیں۔

عالمی کشیدگی دور کرنے کے لئے

امریکہ کے دفتر خارجہ کی مساعی

واشنگٹن یکم اکتوبر۔ امریکہ کے صدر مسٹر آئزن ہاور نے کہا ہے کہ امریکہ کا محکمہ خارجہ عالمی کشیدگی دور کرنے کے لئے بعض کانفرنسوں کے انعقاد پر غور کر رہا ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ امریکہ معاملات کو گفت و شنید کے ذریعہ طے کرنے سے مایوس نہیں ہوا ہے۔ البتہ موجودہ حالات میں اس بات پر مجبور ہو گیا ہے کہ بات چیت شروع کرنے سے پہلے خود کو مستحکم بنایا جائے

برطانوی فوج کی ایک اور بٹالین

کینیا روانہ کر دی گئی

لنڈن یکم اکتوبر۔ ماؤ ماؤ کی سرگرمیاں دبانے کے لئے برطانوی فوج کی ایک اور بٹالین کینیا بھیج دی گئی ہے۔ اس بٹالین نے کل اپنی چوکیاں سنبھالتے ہی دہشت پسندوں پر حملہ کر کے ۱۵ آدمیوں کو ہلاک اور چھ کو زخمی کر دیا۔

ہند چینی میں جنگی سرگرمیاں جاری رکھنے کے لئے

امریکہ کی طرف سے فرانس کو مزید امداد کی پیشکش

واشنگٹن یکم اکتوبر۔ ہند چینی میں دہشت پسند قوم پرستوں کے خلاف جنگی سرگرمیاں جاری رکھنے کے لئے فرانس کو امریکہ کی طرف سے جو امداد مل رہی ہے۔ اس میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اب فرانس کو اس سال کے آخر تک ۱۳ کروڑ ۷۰ لاکھ پونڈ کی مزید امداد ملے گی۔

عبد القادر پرنٹر و پبلشر نے انجمن پریس لارنس روڈ میں طبع کرا کر دفتر المصلح میگزین لین کراچی سے شائع کیا۔

روزنامہ المصلح کراچی

مورخہ ۲ راخاء ۱۳۳۲ھ

اخوان المسلمین

مصر کے جنرل نجیب نے ایک امریکی نامہ نگار سے ملاقات کے دوران میں فرمایا ہے کہ:-

"برطانوی ایجنٹ سابقہ حکومت کے بددیانت راہ نماؤں۔ کمیونسٹوں اور اخوان المسلمین کے ایک گروپ کی مدد سے انقلابی گروپ کو کمزور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ تمام طاقتیں ترقی پسند اصلاحات کو برباد کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ تاکہ یہ ملک خوشحال اور مستحکم نہ رہے۔"

امریکی نامہ نگار اس پر لکھتا ہے کہ

"اس طرح پر پہلی مرتبہ جنرل نجیب نے یہ اعتراف کر لیا ہے کہ ملک کے اندر ان کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ اور اخوان المسلمین کے اندر بھی ان کی مخالفت ہو رہی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ انہوں نے کہا کہ اخوان المسلمین کے زیادہ تر ارکان حکومت کے ساتھ ہیں۔"

اس زمانہ میں مصر کی اخوان المسلمین ہی شائد سب سے پہلی اسلامی کہلانے والی جماعت ہے۔ جس نے اصولی طور پر ملکی سیاست میں دخل اندازی شروع کی۔ اس سے پہلے اگرچہ اکثر مسلمان حکمرانوں نے اسلام کو اپنی سیاسی اغراض کے لئے استعمال کیا۔ مگر جماعتی رنگ میں شائد صرف خوارج ہی تھے۔ جنہوں نے قرونِ اولیٰ میں ان الحکم الا للّٰہ کا نعرہ بلند کیا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کی خلافت راشدہ کے خلاف بغاوت کا ہنگامہ بپا کیا۔ اور امیہ اور عباسی حکومتوں سے جنگ آزمائی کرتے رہے۔ اگرچہ بعد میں ان کا بالکل قلع قمع ہو گیا۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ خوارج کافی مدت تک اسلامی ممالک میں شورش کی آماجگاہ بنے رہے ہیں۔ اور کئی ایک خلفا کو ان کی سرکوبی کے لئے مہمیں بھیجنی پڑیں۔ اگرچہ آہستہ آہستہ بظاہر یہ فتنہ دب تو گیا مگر یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ زمانہ کے حالات کے ساتھ یہ مختلف صورتیں اختیار کرتا چلا آیا ہے

جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہے جناب محمد بن عبدالوہاب کی نجدی تحریک بھی خوارجی تحریک کا ہی ایک شاخسانہ تھی۔ خواہ یہ درست ہو یا نادرست اس میں کوئی شک نہیں کہ خوارج کا یہ اصول کہ جبر سے اللہ تعالےٰ کی حکومت قائم کرنی چاہیئے۔ کسی نہ کسی رنگ میں ہر زمانہ میں سر نکالتا رہا ہے۔ اس زمانہ میں اس خیال کو مغرب کی اشتراکی اور فاشی قسم کی تحریکوں نے از سرِ نو زندگی دی ہے۔ علاوہ ازیں یورپ خاصکر برطانیہ کے اسلامی ممالک سے مستبدانہ سلوک کے خیال نے اکثر اسلامی ممالک کے دینی لیڈروں کو اس حد تک برافروختہ کیا ہے کہ ان کا جبری اور تشددی اشتراکی اور فاشی نظریہ اپنا لین کوئی معمولی رجحان نہیں سمجھا جا سکتا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ خوارج کا نظریہ جبر یہ عوام و خواص کے دلوں میں کبھی جڑ نہیں پکڑ سکا۔ ہر زمانہ میں جب بھی اس نے سر اٹھایا اسے شکست ہی اٹھانی پڑی ہے۔ اور اگرچہ وہ اسلام کو دنیا کی نگاہ میں بڑی حد تک بدنام کرنے کا باعث بنا ہے۔ مگر عام طور پر اسلامی ذہنیت متوازن ہی چلی آئی ہے۔ اور ایسے علمائے حق ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ جنہوں نے اپنے قول و عمل سے اسلام کی معقول تعلیمات کو زندہ رکھا ہے۔ اور صوفی ازم کے متضاد غلو و مبالغہ کے غباروں کو اسلام کے چہرے سے دھوتے رہے ہیں۔

مصر کی اخوان المسلمین بھی اسی قسم کی تحریک ہے۔ جس قسم کی دینی تحریکیں آج بعض دوسرے ممالک میں بھی اشتراکی اور فاشی کلیاتی جبریہ نظریہ سے متاثر ہو کر پیدا ہوئی ہیں۔ اور جہاں تک ان تحریکوں کے رونما ہونے کو مغرب کے اسلامی ممالک پر تجاوز کا تعلق ہے۔ ان میں ایسے مسلمان عوام کے لئے جو دین اسلام کا صحیح تصور نہیں رکھتے۔ مگر اسلام کے نام سے محبت رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مغرب کا جوا اسلامی ممالک سے اتار پھینکا جائے ایک دلکشی ضرور ہے۔ مگر جیسا کہ مصر کی جماعت اخوان المسلمین کی تاریخ سے سمجھا جا سکتا ہے یہ تحریک مصر کے دور اندیش راہ نماؤں اور تعلیم یافتہ طبقہ میں قبولیت حاصل نہیں کر سکی۔ اس لئے یہ تحریک بھی اشتراکیت کی طرح ہنگامی آرائی سے اپنی زندگی کو قائم رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ شروع شروع میں جنرل نجیب نے اپنے فوجی حملہ میں کامیاب ہونے کے لئے اخوان المسلمین سے مدد لی ہے۔ اور اس سے اخوان المسلمین کے راہنما اس دھوکے میں پڑ گئے۔ کہ جنرل نجیب کی فتح دراصل ان کی فتح ہے۔ مگر تھوڑے ہی دن کے بعد جنرل مذکور نے ان کی یہ غلط فہمی دور کر دی۔ اور چاروناچار اس جماعت کو نجیبی تسلط کے سامنے گردن خم کرنی پڑی۔

جنرل نجیب کے مندرجہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ اخوان المسلمین کی اکثریت رام ہو چکی ہے۔ مگر ان میں سے ایک ایسا عنصر ابھی موجود ہے۔ جو رام نہیں ہوا۔ اگرچہ وہ اقلیت میں ہے۔ مگر وہ اپنے نمونہ اشتراکیت کی طرح ایسے ہتھیار استعمال کر رہا ہے جن کا کام عوام میں حکومت کے خلاف نفرت اور بے اطمینانی پھیلانا ہے۔ اور جیسا کہ جنرل نجیب نے کہا ہے۔ اخوان المسلمین کا یہ طبقہ برطانیہ کے ہاتھ میں کھیل رہا ہے۔ اور انقلابی حکومت کو کمزور کرنے اور ترقی پسند اصلاحات کو برباد کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ تاکہ ملک خوشحال اور مستحکم نہ ہو سکے۔ اور یہی وہ کام ہے جو کمیونسٹ مصر میں اور ہر جگہ کر رہے ہیں۔

مہاجرین کی آباد کاری

کراچی میں مہاجرین کی آباد کاری کی انجمن خواتین کی پریذیڈنٹ بیگم صاحبہ خان عبدالقیوم خان وزیر صنعت و خوراک کی طرف سے آج ایک اپیل شائع ہوئی ہے۔ جس میں انہوں نے بڑے عمدہ اور جذباتی انداز میں پاکستان کے اہلِ ثروت لوگوں سے درخواست کی ہے۔ کہ وہ اپنے تباہ حال اور خستہ حال مہاجر بھائیوں کی آباد کاری کے لئے ایثار اور قربانی سے کام لیں۔ اور اگر سال کے ۳۶۴ دنوں کی آمدنی وہ اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ تو صرف اور صرف ایک دن کی کمائی ہی اس غرض کے لئے بطور عطیہ ان کی انجمن کو دیں۔ تا وہ اس تعمیری کام کو فوری طور پر مکمل کر لیں۔ جو ان کی انجمن مہاجرین کی آباد کاری کے لئے کر رہی ہے۔

اس سے پیشتر اس انجمن کی کارکنوں نے گھروں میں جا جا کر تقریباً چودہ ہزار سے زائد روپیہ اکٹھا کر لیا ہے۔ اور ان کا ارادہ ہے کہ کم از کم یہ رقم تیس ہزار تک پہونچ جائے۔ تو وہ مہاجرین کے لئے ۲۵۰ مکانات بنوا دیں۔ اس غرض کے لئے انہوں نے حکومت سے جگہ کی منظوری بھی لے لی ہے۔

جہاں تک مہاجرین کی آباد کاری کا سوال ہے ہماری بہنوں کی یہ کوشش نہایت ہی مستحسن اور تعمیری ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ اگر خواتین نے یہ کام مکمل کر لیا تو یقیناً ایک قابل تعریف کارنامہ ہوگا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ کراچی کے اہل ثروت احباب خاص طور پر مستورات اس نیک کام میں ضرور تعاون کا ہاتھ بڑھائیں گی۔ اگر صرف کراچی کی مستورات ہی ایک زندہ قوم کی خواتین ہونے کا ثبوت دیں تو وہ بقیہ اور مزید ضرورت کے لئے اس سے زیادہ رقم بھی بڑی آسانی سے جمع کر سکتی ہیں۔

جماعت احمدیہ کی لنڈن کی مسجد جس پر تقریباً ایک لاکھ روپیہ خرچ آیا تھا صرف احمدی مستورات کی نہایت ہی قلیل عرصہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ صرف کراچی کی مستورات کی تعداد جماعت احمدیہ کی تمام مستورات کی تعداد سے دوگنی اور سہ گنی ہے۔ پس اگر صرف کراچی کی خواتین ہی اپنے اس نیک کارنامہ کو سرانجام دینا چاہیں۔ اور اس فخر میں کسی اور کو شریک نہ ہونے دیں۔ تو یقیناً وہ ایسا کر سکتی ہیں۔

ہم اس جگہ اس امر کا اظہار کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے۔ کہ وہ لوگ بھی جو آج اپنے سیاسی مقاصد اور اقتدار کی خواہش کی دھن میں مہاجروں کا نام بار بار استعمال کرتے ہیں۔ وہ بھی اس قسم کی تحریکوں میں کبھی عملی طور پر حصہ نہیں لیتے۔ ہماری مراد ان سیاسی لیڈروں۔ سیاسی انجمنوں اور ان عوام سے ہے جو آئے دن گلا پھاڑ پھاڑ کر مہاجرین کی ہمدردی کے نعرے لگاتے۔ اور حکومت کو بھی اس مسئلہ پر "دھمکیاں" دیتے رہتے ہیں۔ مثلاً یوم پاکستان پر وزیر اعظم مسٹر محمد علی نے ایک ایسی ہی تجویز مہاجرین کی آباد کاری کے لئے پیش کی تھی۔ جس میں اب تک صرف ۳-۹-۸۱۵۴۷ روپے جمع ہوئے ہیں۔ یہ رقم بھی جن لوگوں نے دی ہے ان میں بہت بڑی اکثریت ان لوگوں کی ہے۔ جو وزرا، حکومت کے افسر یا حکومت کے دوسرے کارکن ہیں۔ یا بعض غیر ملکی سفارت خانوں اور لوگوں نے کچھ رقمیں دی ہیں۔ پبلک میں سے جن لوگوں نے اس میں حصہ لیا ہے۔ ان کی تعداد بہت ہی تھوڑی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل ملک کے لوگ اپنے طور پر اس سلسلہ میں کوئی عملی کام نہیں کر رہے۔ اور کم از کم اس طرح طریق پر نیکی کے حصول کی خاطر اور انسانی ہمدردی کا ثبوت دینے کے لئے وہ کچھ بھی قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ پچھلے دنوں کراچی میں مہاجر فنڈ کے لئے ہی ایک کرکٹ میچ ہوا۔ تو اس میں ۵۵ ہزار روپیہ جمع ہو گیا۔ لیکن جو رقم انسانی ہمدردی اور خدا کی خوشنودی کا واسطہ دے کر طلب کی گئی تھی وہ اس وقت تک صرف ۸۱ ہزار ہے۔ ہماری قوم کو سوچنا چاہیئے۔ کہ ان کی یہ ذہنیت انہیں کس راہ پر لے جائے گی۔

ہم ملک کے تمام عوام سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ نہ صرف خواتین کی انجمن یا وزیر اعظم کی اس اپیل پر لبیک کہیں بلکہ جہاں پر بھی مہاجرین کی فلاح کے لئے کوئی کام ہو بغیر کسی تامل کے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور صحیح معنوں میں ملک و قوم کے استحکام کے علاوہ انسانی ہمدردی کا ثبوت بہم پہونچائیں۔ اور آئندہ کے لئے یہی چیز کو معیار بنائیں کہ جو لوگ ایسی تحریکات میں باوجود اپنی مالی استطاعت کے حصہ نہیں لیتے انہیں کسی سٹیج پر بھی آکر یہ کہنے کا حق نہ دیا جائے کہ مہاجروں کے سب سے بڑے ہمدرد وہ ہیں۔ اور حکومت یا جو لوگ اس سلسلہ میں عملاً کوئی کام کر رہے ہیں وہ مہاجرین سے بالکل الگ ہو رہے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے عقائد اور اسکی تعلیم

مشرقی افریقہ کے ایک غیر احمدی نومسلم دوست کا خط رسالہ "مسلم ڈائجسٹ" کے نام

"نیروبی مشرقی افریقہ میں ایک غیر احمدی نومسلم دوست مسٹر ڈگلس احمدؐ لانس چار سال سے مقیم ہیں۔ پندرہ سال کا عرصہ ہوا۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ گذشتہ اٹھارہ ماہ سے ساؤتھ افریقہ سے شائع ہونے والے رسالہ Muslim Digest کا باقاعدگی سے آپ مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ اس رسالہ میں جماعت احمدیہ اور جماعت کے مقدس بانی کے خلاف بہت کچھ لکھا اور شائع کیا جاتا ہے۔ ان مضامین کو پڑھ کر مسٹر ڈگلس احمدؐ لانس نے مندرجہ ذیل خط رسالہ Muslim Digest کے ایڈیٹر کے نام لکھا۔ یہ ایک غیر احمدی دوست کا خط ہے۔ اس لئے ضروری نہیں۔ کہ اس کے ہر لفظ سے ہم متفق ہوں۔ بہرحال یہ خط جس کا اردو ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ آپ نے بائیس جولائی کو لکھا تھا۔ رسالہ مذکور کے ایڈیٹر نے اس خط کو شائع کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اگرچہ دیانتداری کا تقاضا تھا۔ کہ وہ اس خط کو شائع کر کے اپنے رسالہ کے خریداروں اور پڑھنے والوں کو تصویر کا دوسرا رخ دیکھنے کا بھی موقع دیتے۔ مگر افسوس کہ انہیں اس کے شائع کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ایک غیر جانبدار کا یہ تبصرہ شرفاء کی آنکھیں کھولنے کے لئے اور متلاشیانِ حق کے لئے کافی مواد اپنے اندر رکھتا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی دنیا میں کوئی ظلم ہو سکتا ہے۔ کہ ایک ایسی جماعت جو اسلام کی تبلیغ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن اور تعلیم کی اشاعت کے لئے دن رات مشغول ہو۔ اور اپنی جان و مال تک قربان کر رہی ہے۔ اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے۔ بہرحال مندرجہ ذیل خط غور و فکر کا کافی مواد اپنے اندر رکھتا ہے۔ (خاکسار شیخ مبارک احمد رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ)

جناب عالی! آپ نے جو گذشتہ ڈیڑھ سال کے عرصہ میں اپنے رسالہ میں سلسلہ احمدیہ کے متعلق مضامین کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ انہیں میں پڑھتا رہا ہوں۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ ان مضامین کے لکھنے والے غیر شعوری طور پر خود اسی جرم کا ارتکاب کر گئے ہیں۔ جو وہ قادیانی فرقہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یعنی فرقہ وارانہ منافرت کا پھیلانا اور اسے ہوا دینا۔

ان میں سے بعض مضمون نگاروں کے اس جوش و خروش کو جب میں دیکھتا ہوں۔ جو انہوں نے (حضرت) مرزا غلام احمدؐ صاحبؑ کی زندگی کو بدترین صورت میں پیش کرنے اور ایسے ناپاک افعال ان کی طرف منسوب کرنے میں دکھایا ہے۔ جن کے لئے ایک رتی بھر ثبوت وہ پیش نہیں کر سکے۔ تو میرے دل میں ان کی نیت کے متعلق بہت سے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ مزید براں جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ (حضرت) مرزا غلام احمدؐ صاحبؑ کی تحریرات کا زمانہ تیس برس کے لمبے عرصے پر پھیلا ہوا تھا۔ جبکہ چاروں طرف سے وہ شدید مخالفت میں گھرے ہوئے تھے۔ تو ان تحریروں میں سے بعض فقرات ان کے سیاق و سباق سے الگ کر کے پیش کرنا اور ان کے خارج از اسلام ہونے کی انہیں دلیل ٹھیرانا ہرگز جائز نہیں ہے۔

میرے نزدیک اکثر مسلمان جس بات کو نہیں سمجھتے وہ یہ ہے۔ کہ بانی سلسلہ احمدیہ کی ذات اور اس کے متعلق یہ بحثیں کہ آیا وہ کاذب تھا یا صادق تھا۔ مجدد یا مہدی یا مسیح تھا۔ یا اپنے وقت کا رسول و نبی تھا۔ یہ سب جھگڑے مرورِ زمانہ کے ساتھ محو ہو جانے والے ہیں۔ اصل و اہم چیز اس کا کام اور اس کی تعلیم ہے۔ جو باقی رہ جائیگی۔ اور جس کو زمانہ مٹا نہیں سکتا۔ اس کے مخالفوں کو جو اسے بابِ یا بہاء اللہ کا مثیل اور دجال کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا چاہیئے۔

(۱) اس شخص کے کٹر مسلمان ہونے میں شک کی قطعاً گنجائش نظر نہیں آتی۔ وہ اسلام کے جملہ ارکان اور اسکی تعلیمات کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں لائے۔ سختی سے پابند تھا۔ بغیر اس کے کہ ایک شعشہ ان میں سے کم یا زیادہ کرے۔

(۲) ان کی نگاہ قرآن کریم کے فہم میں نہایت دقیق ہے۔ بالخصوص زمانہ حال کے نئے علوم اور نئی تہذیب کے پیش نظر اس نے کلام الٰہی کی جو تفسیر بیان کی۔ وہ اسلام کی بے بہا خدمت ہے۔

۳۔ اسکی جماعت نے گذشتہ پچاس سال میں اشاعت اسلام کا اتنا عظیم الشان کام سرانجام دیا ہے۔ کہ جو کسی دوسری اسلامی جماعت نے اپنی لاتعداد نسلوں میں نہیں کیا ہوگا۔ جبکہ دوسرے مسلمان محض نکتہ چینی کے مشغلہ میں اپنی قوتیں ضائع کر رہے ہیں۔ اس کے مبلغین دنیا کے کناروں تک پہنچے۔ اور ہزاروں کو حلقہ بگوش اسلام کر چکے ہیں۔

ایک الزام جو مرزا غلام احمدؐ پر اکثر لگایا جاتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ آپ مسئلہ جہاد کے منکر تھے۔ اور یہ کہ ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے دور میں آپ نے ان کے ساتھ تعاون کیا۔ امر اول کے متعلق میں کہتا ہوں کہ زمانہ وسطیٰ میں جہاد کے متعلق جو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا۔ کہ اس کا مطلب بزور شمشیر اسلام کو پھیلانا ہے۔ اس خیال کے ابطال کے لئے جو جد و جہد مرزا صاحب نے کی ہے۔ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز آپ کے لئے موجب فخر نہیں ہو سکتی۔ یہ درست ہے۔ کہ مذہبی جنگوں نے بھی انسانی تاریخ کے بعض دوروں کی تعمیر میں حصہ لیا ہے۔ اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی جنگیں لڑنا پڑیں۔ جیسا کہ انبیاءِ عہد نامہ قدیم نے لڑائیاں کیں۔ لیکن ایسا حکم کبھی نہیں ہوا۔ کہ جنگ مستقل طور پر جاری رہے گی۔ اور جو بھی نہیں مانے گا۔ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ قرآن مجید نہایت صراحت سے فرماتا ہے۔ کہ مذہب کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔ (حضرت) مرزا غلام احمدؐ صاحب جنگ کے منجملہ مخالف نہ تھے۔ اور نہ اس بات کے قائل تھے۔ کہ مسلمانوں کے لئے کسی حال میں بھی جنگ کرنا جائز نہیں۔ آپ کا مقصود صرف اس قدر تھا۔ کہ مسلمانوں کو جہاد کے اس غیر معقول مفہوم سے خبردار کریں۔ جو عام طور پر رائج تھا۔ اور جس کو اس زمانہ میں عقل دھکے دیتی ہے۔ اس ایٹمی دور میں جبکہ جنگ نے قوموں کی قومیں صفحہ ہستی سے نابید کر دی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ اگر کوئی غور کرے تو اسے آپ کے انتباہ کی معقولیت خوب سمجھ آسکتی ہے۔ جو آپ نے مسلمانوں کو کیا۔

امر دوم کے متعلق یہ درست ہے۔ کہ مرزا صاحب فی الواقعہ اس بات کے حق میں نہ تھے۔ کہ انگریزی حکومت جلد تباہ ہو۔ اس موقعہ پر اس بحث میں پڑنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کونسے حالات تھے۔ جنہوں نے آپ کو اس رائے پر قائم کیا۔ لیکن ناظرین یقین کریں۔ کہ اگر حکومتِ برطانیہ اس صدی کے خاتمہ کے ساتھ ختم ہو جاتی۔ تو ہندوستان میں اسلام کا خاتمہ ہو جاتا۔ اور آج پاکستان معرضِ وجود میں نہ آتا۔ اس کے بعد کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا جب، کہ ہمارے سامنے حکومت بدلی ہے۔ تو پانچ لاکھ انسانی جانوں کے نقصان کو برداشت کرنا پڑا ہے۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب ایک حقیقت شناس اور منصف مزاج انسان تھے۔ ان کے لئے یہ ایک غیر ممکن امر تھا۔ کہ وہ ایسی حکومت کی قدردانی سے گریز کرتے جو ملک میں امن و امان اور عدل و انصاف اور مذہبی آزادی کے قیام کے لئے کوشاں تھی۔ غیر ملکی اقتدار کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ مگر آپ ان لوگوں میں سے نہیں تھے۔ جو ایک موہوم آزادی کے بدلے اپنے ملک کو بدامنی خونریزی اور ظلم و استبداد کے حوالہ کر دینا بچوں کا کھیل سمجھتے ہوں۔ آپ نے بجا طور پر ہندوستانیوں کو متنبہ کیا۔ کہ خواہ غیر ملکی حکام کے لئے ان کے جذبات کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ مگر برطانیہ کا ان پر جو احسان ہے۔ اسے فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ پس آپ اپنے اس کردار۔ جرأت و دیانت کے لئے تعریف اور عزت کے لائق ہیں۔ نہ کہ نفرت کے بالآخر میں کچھ اس ہیجان کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جو احمدیوں کے قادیانی فرقہ کے اس دعویٰ سے مسلمانوں میں پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان کا بانی جماعت رسول تھا۔ اکثر لوگ ختم نبوت کو اسلام کا بنیادی عقیدہ یقین کرتے ہیں[1] اور محض اسی کی بناء پر وہ مرزا صاحب کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ قادیانی کہتے ہیں۔ کہ آپ اللہ تعالےٰ کے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف تھے۔ اور اسی وجہ سے نبی تھے۔ بغیر اس بحث میں پڑنے کے کہ ان میں سے کونسا خیال درست ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ مقدم اثر یہ ہے۔ کہ اس دعویٰ کی جو اصل صورت ہے۔ اسے واضح طور پر معلوم کیا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ لوگ ہرگز یہ نہیں کہتے۔ کہ مرزا صاحب نے کوئی نیا مذہب چلایا ہے۔ یا اسلام کے کسی عقیدہ یا تعلیم کو تبدیل کیا ہے۔ بلکہ صرف یہ کہتے ہیں۔ کہ آپ ان غلطیوں کی اصلاح کے لئے آئے ہیں۔ جو اصل اسلام میں داخل ہو چکی تھیں۔ مرزا صاحب اس امر پر بے حد زور دیتے تھے۔ کہ قرآن کریم کا ایک شعشہ بھی بدلا نہیں جا سکتا۔ اور آپ نے تو اہل سنت والجماعت کا وہ معروف عقیدہ بھی رد کر دیا۔ جو قرآن کی بعض آیات کے منسوخ ہونے کا ان میں چلا آتا تھا۔ آپ نے اعلان کیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم قیامت کے دن تک انسان کے لئے لائحہ عمل رہے گی۔ اور یہ کہ عربی نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقی معنوں میں خاتم الانبیاء یعنی نبیوں کی مہر تھا۔ جس کا مطلب قادیانی یہ کرتے ہیں۔ کہ آپ کی وحی نے دین کو مکمل کر دیا۔ لیکن باوجود اس کے انسانوں کو راہِ راست پر لانے کے لئے نبی پھر بھی آتے ہی رہیں گے۔ اس بیان سے ظاہر ہے۔ کہ اگر مرزا غلام احمد صاحب جھوٹے بھی ہوں۔ تو ان سے کم نقصان دہ آدمی تصور میں نہیں لایا جا سکتا۔

میں نے نہایت کھلی کھلی باتیں کہہ دی ہیں۔ اور امید کرتا ہوں کہ آپ بھی اتنی جرأت اور فیاضی دکھائیں گے۔ کہ اس خط کو شائع فرماویں۔ تاکہ آپ کے رسالہ کے ناظرین تصویر کا یہ رخ بھی دیکھ سکیں۔ مسلم ڈائجسٹ نے نہایت دانشمندی سے سیاست سے اجتناب کر رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ وہ ایسی ہی دانشمندی کا ثبوت فرقہ داری سے اجتناب اختیار کر کے بھی دے۔ دنیا پر آفات کے بادل گھیرا ڈال رہے ہیں۔ لہٰذا اس وقت مسلمانوں کا متحد ہو جانا اتنا ضروری ہے۔ جتنا پہلے کبھی نہ تھا۔

آپ کا مخلص ڈی۔ اے۔ لانس

---

[1] جماعت احمدیہ بھی ختم نبوت کے عقیدہ پر یقین رکھتی ہے۔ چنانچہ کوئی شخص اس وقت تک جماعت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرنے کا اقرار نہ کرے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو وہ جس قسم کا نبی مانتی ہے۔ وہ ہرگز ختم نبوت کے منافی نہیں۔ اور اس قسم کی نبوت کے اجراء کے حضرت محی الدین ابن عربی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اور دیگر جلیل القدر بزرگان اسلام بھی قائل تھے۔

وقف زندگی اور مدرسہ احمدیہ کی اہمیت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ مورخہ ۲۷ ہش میں مندرجہ الفضل مورخہ ۳۱ ہش میں فرمایا:۔

"میں جس سکیم کی طرف سب سے پہلے توجہ دلانا چاہتا تھا۔ وہ جماعت میں علماء پیدا کرنے کے متعلق تھی۔ میرا دل کانپ جاتا ہے کہ خیال سے کہ اس بارہ میں اس وقت تک ہم سے بہت بڑی کوتاہی ہوئی ہے ....

یہ ۱۹۰۸ء جلسہ سالانہ کی بات ہے۔ میری عمر اس وقت بیس سال کی تھی۔ اور میں کسی دوسرے کام میں مشغول تھا۔ کہ کسی نے مجھے بتایا کہ مسجد مبارک میں جلسہ مشاورت ہو رہا ہے۔ اور سلسلہ کے لئے سکیمیں سوچی جا رہی ہیں۔ باوجودیکہ میں انجمن کا ممبر تھا مجھے کسی نے اس جلسہ کی اطلاع نہیں دی تھی۔ میں یہ اطلاع سنتے ہی مسجد میں آیا۔ اور میں نے دیکھا کہ وہاں جماعتوں کے نمائندے جمع ہیں .... کہ رہے تھے کہ جماعت کی ترقی کے لئے ایسے مبلغوں کی ضرورت ہے کہ جو بیرسٹر وکیل اور انجنیئر وغیرہ ہوں۔ جو اپنا کام بھی کریں اور سلسلہ کی تبلیغ بھی۔ مولویوں کی ہمیں ضرورت نہیں یہ لوگ تو جماعت پر بار ہوتے ہیں۔ اور ان کے گزارہ کی جماعت کو فکر ہوتی ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ جو روپیہ مدرسہ احمدیہ پر خرچ ہوتا ہے۔ اسے محفوظ کر لیا جائے۔ اور پھر وہ جماعت کو وکالت اور ڈاکٹری وغیرہ کی تعلیم دلانے پر خرچ کیا جائے۔ تاکہ وہ اپنی روزی بھی کما سکیں چندے بھی دیں اور تبلیغ بھی کرتے رہیں: اس طرح جماعت کو بہت زیادہ ترقی حاصل ہو سکے گی۔ میرا علم اور تجربہ اس وقت ایسا نہ تھا۔ کہ اس سکیم کے عملی پہلو پر زیادہ بحث کر سکتا ......

اللہ تعالیٰ نے اس وقت مجھے ایک نقطہ سوجھایا۔ اور میں نے کھڑے ہو کر جماعت کو اس طرف توجہ دلائی کہ اسلام کی تائید کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک دو جماعتیں کھڑی کی ہیں۔ ایک وہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں تربیت پائی۔ اور دوسری وہ جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں میں تربیت پائی ....

ہم دوسری جماعت ہیں۔ جس کی تربیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کی۔ کیا یہ مناسب ہے کہ آپ کی وفات کے معاً بعد ہی جلسہ پر ہم یہ مشورہ کریں۔ کہ جو مدرسہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے۔ اپنے حکم سے قائم فرمایا تھا۔ اور جس کا مشورہ آپ نے خود بیٹھ کر دوستوں سے کیا۔ اور جس کے متعلق فرمایا تھا۔ کہ یہ مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی برہان الدین صاحب کی یادگار ہے۔ تا سلسلہ کے لئے نئے علماء پیدا کئے جائیں۔ ہم آپ کی وفات کے بعد پہلا کام یہی کریں کہ اس مدرسہ کو جسے آپ نے جاری فرمایا تھا۔ بغیر کسی دیسے خطرہ کے۔ جو حضرت ابوبکرؓ کو درپیش تھا بند کر دیں۔ آپ کے کام کو منسوخ کر کے ایک نیا نظام قائم کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری بات میں ایسا اثر دیا۔ کہ اکثر احباب کے قلوب ہل گئے ... ت سوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور کئی کی چیخیں نکل گئیں۔ اور سب نے بالاتفاق آواز بلند کی۔ کہ ہم ایسا کرنے کو تیار نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس طرح یہ مدرسہ قائم فرمایا تھا۔ ہم اسے اسی طرح قائم رکھنا چاہتے ہیں ......

.... اور ۹۹ فی صدی جماعت نے یہی مشورہ دیا۔ کہ ہم مدرسہ کو توڑنے کے لئے تیار نہیں جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم فرمایا تھا۔ لیکن مجھے افسوس ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء کو انجمن نے جس کے سپرد نظام کو چلانا ہے۔ اور جس کے کاموں میں میں بہت ہی کم دخل دیا کرتا ہوں تا وہ اپنی ذمہ داری پر کام کو چلا سکیں) پوری طرح پیش نظر نہیں رکھا۔ اور ان کے ذہن سے بہت حد تک وہ پروگرام مفقود ہو گیا ....

جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انکشاف فرمایا۔ کہ میرے ذمہ اس وقت اسلام کی خدمت خاص طور پر ہے۔ اور خلافت کی ذمہ داریوں کے علاوہ یہ خاص کام میرے سپرد ہے۔ تو پہلی باتوں میں سے میرے ذہن میں جو آئیں ایک یہ تھی کہ علماء کا ایک مضبوط گروہ پیدا کرنا ضروری ہے ....

ہم میں علماء کی ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ جن میں سے ہر ایک قرآن و حدیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کامل عالم ہو۔ بڑے بڑے قاضی۔ فقیہہ محدث اور مفسر ہوں .... یہ سکیم پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ایسے افراد زیادہ تعداد میں نہ ہوں۔ جو دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں ......

.... ضروری ہے۔ کہ ہماری جماعت کا ہر زمیندار۔ تاجر پیشہ۔ وکیل۔ بیرسٹر۔ ڈاکٹر۔ انجنیئر۔ ایک خاص حد تک قرآن و حدیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم رکھتا ہو۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہمارے پاس علماء کی کثرت نہ ہو ....

.... اسلام کے نزدیک ہر شخص جو خدمت دین کرے تو وہ معزز اور سردار ہے۔ مگر ان قوموں کے لئے جو سیاسی طور پر معزز سمجھی جاتی ہیں۔ بہت شرم کی بات ہو گی اگر وہ قربانیوں میں حصہ نہ لینے کی وجہ سے گر جاویں اور سیاسی طور پر ادنیٰ سمجھی جانے والی قومیں آگے آجاویں۔ پس میں تحریک کرتا ہوں کہ سیاسی طور پر معزز سمجھی جانے والی اقوام کے لوگ اپنے کو اور اپنی اولادوں کو دین کے لئے وقف کریں۔ وقت بہت تھوڑا ہے خدا تعالیٰ اب زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔ اگر ہم سستی سے کام لیں گے۔ تو خدا تعالیٰ اپنے کام لینے کے لئے۔ اور انتظام کرے گا۔ اور ہماری بدقسمتی پر مہر ہو جائے گی۔ کاش ہمارے دل اس فرض کو پورے طور پر محسوس کریں ....

چاہیئے تو یہ تھا کہ ہر فرد آگے بڑھتا۔ اور اپنی زندگی وقف کرتا۔ مگر کم سے کم ایک حصہ کو تو آگے بڑھنا چاہیئے۔ میں مانتا ہوں کہ دوست چندے میں قربانی کرتے ہیں۔ لیکن زندگی وقف کرنے کے لئے۔ بہت کم لوگ آتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ آئندہ مدرسہ میں زیادہ بچے داخل کرائے جائیں .... تا انہیں خدمت دین کے لئے تیار کیا جا سکے۔ دنیوی علوم حاصل کرنے والے نوجوان بھی اگر اپنے نام پیش کریں۔ تو ان کو بھی ایسی تعلیم دی جا سکتی ہے کہ دین کا کام ان سے لیا جا سکے۔ اور دین کے ان حصوں میں جہاں دنیوی تعلیم ممد ہوتی ہے ان سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ مثلاً ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ ادنیٰ اقوام میں تبلیغ کرنے کے لئے ڈاکٹر بہت زیادہ مفید ہو سکتے ہیں۔ بلکہ ان کے لئے ان سے زیادہ بہتر مبلغ کوئی نہیں ہو سکتا۔ عیسائیوں نے ہسپتال کھول کر چار لاکھ افراد کو عیسائی بنا لیا ہے۔ لیکن ان کی بجائے اسلامی ڈاکٹر ان کا علاج کریں۔ اور ساتھ اسلام کی سادہ اور مساوات کی تعلیم ان کے گوش گزار کریں۔ تو بہت جلد کامیابی ہو سکتی ہے اسلامی تعلیم میں جو خوبیاں ہیں اگر ڈاکٹر انہیں ادنیٰ اقوام کے سامنے پیش کریں۔ تو لاکھوں کی تعداد میں ان کو داخل اسلام کیا جا سکتا ہے۔ پس ایسے نوجوان بھی اپنی زندگیاں وقف کریں۔ جنہوں نے سائنس میں میٹرک پاس کیا ہو۔ اسلام تو ایک محیط کل مذہب ہے۔ اس کے احکام کی تکمیل کے لئے۔ ہمیں ہر قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ وہی مبلغ نہیں جو تبلیغ کے لئے باہر جاتا ہو۔ جو سلسلہ کی جائدادوں کا انتظام تندہی اور اخلاص سے کرتا ہے اور باہر جانے والے مبلغوں کے لئے اور سلسلہ کے لئے۔ لٹریچر کے لئے۔ روپیہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں کماتا ہے۔ وہ اس سے کم نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک مبلغوں میں شامل ہے۔ جو سلسلہ کا کارخانہ چلاتا ہے۔ وہ بھی مبلغ ہے۔ جو زندگی وقف کرتا ہے اور اسے سلسلہ کے خزانہ کا پہرہ دار مقرر کیا جاتا ہے۔ وہ بھی مبلغ ہے۔ کسی کام کی نوعیت کا خیال دل سے نکال دو اور اپنے آپ کو سلسلہ کے ہاتھ میں دے دو۔ پھر جہاں تم کو مقرر کیا جائے گا۔ وہی مقام تمہاری نجات اور برکت کا مقام ہو گا۔ مومن کا کام یہی ہے کہ نیکی کے کام میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے۔ اس کے علاوہ گریجوایٹوں اور ایم اے پاس نوجوانوں کی بھی کالج کے لئے ضرورت ہے۔ تا پروفیسر وغیرہ تیار کئے جا سکیں ایسے ہی واقفین میں سے آئندہ ناظروں کا قائم مقام بنایا جا سکے۔ میری تجویز یہ ہے۔ کہ واقفین نوجوانوں کو ایسے کاموں پر بھی لگایا جائے اور ایسے رنگ میں ان کی تربیت کی جائے۔ کہ وہ آئندہ موجودہ ناظروں کے قائم مقام بھی ہو سکیں۔ پس ایم اے پاس نوجوانوں کی ہمیں ضرورت ہے۔ دنیا اس قدر تیزی سے بدل رہی ہے۔ کہ جب تک ہم ایک میل کے مقابلہ میں سو میل نہ چلیں۔ ہم اسے زیر نہیں کر سکتے۔ پس ہمیں چاہیئے کہ جلد جلد بڑھیں۔ مجھے رؤیا میں بھی دکھایا گیا ہے کہ میں جلد جلد بڑھ رہا ہوں شاید میرے کام کا وقت تھوڑا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ میری زندگی میں ہی فتح دلانا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ چاہتا ہے کہ ہم جلدی جلدی آگے بڑھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی میں بھی ہے۔ کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور قدرت اور فضل اور رحمت کا نشان قرار دیا گیا ہے۔ پس فتح کا دن وہی دیکھ سکتا ہے۔ جو جلدی چلنے کی کوشش کرے۔ اور میرے قدم کے ساتھ قدم ملانے کی کوشش کرے۔

اے میرے رب تو مجھے اور بھی زیادہ تیز چلنے کی۔ اور جماعت کو میرے قدم کے ساتھ قدم ملانے کی توفیق بخش۔ اللھم آمین"

(نظارت تعلیم و تربیت سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ)

ولادت

(۱) اللہ تعالیٰ نے خواجہ عبدالمجید صاحب اکبر (جسونت بلڈنگ لاہور) کو ۲۷ ستمبر ۱۹۵۳ء بروز اتوار دوسرا لڑکا عطا فرمایا ہے۔ احباب دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ۔ مولود کو عمر دراز عطا فرمائے اور ذہنی و مادی توانائیاں اور دینی و دنیوی برکات سے نوازے۔ آمین۔ (خواجہ نذیر احمد دفتری روزنامہ المصلح کراچی)

(۲) اللہ تعالیٰ نے میرے بچے مستری نور احمد کو بتاریخ ۲۵/۹/۵۳ بروز جمعہ ۸ بجے شام دوسرا لڑکا عطا کیا ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کی عمر دراز کرے اور خادم دین بنائے۔ (قریشی نور الحسن سکرٹری مال جماعت احمدیہ کوٹلی)

تحریک جدید کے مجاہدین کی خدمت میں

فرمایا:-

"خدا تعالیٰ کے کام ہو کر رہیں گے۔ اور بندوں کی سستی اور غفلت ان میں کوئی ہرج پیدا نہیں کر سکتی۔ جو سستی کرتا ہے خود اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو خدا تعالیٰ کے فضلوں سے محروم کرتا ہے"

"خدا تعالیٰ کا دین زید کا یا بکر کا محتاج نہیں۔ اگر زید یا بکر پہلی آواز دینے والوں میں سے بنیں تو خدا تعالیٰ دوسرے ثواب کی پہلی آواز بھی انہیں تک پہونچاتا ہے"

"لیکن اگر وہ اس آواز کو نہ سنیں۔ اور اس کی طرف سے کان بہرے کر لیں۔ تو پھر وہ دوسرے شخصوں کو آگے لے آتا ہے۔ تاکہ وہ دین کی خدمت کریں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی فوج میں تھک جانے والے اور ملال پیدا کرنے والے اور ہتھیار پھینک دینے والے اور تاریخ کے متعلق جلد بازی کرنے والے کبھی قبول نہیں ہوتے" (خطبہ جمعہ ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی یہ آواز تحریک جدید کے دور اول کے ان احباب کرام کے نام (جو متواتر انیس سال تک اشاعت اسلام کی مدمیں مدد دیتے آرہے ہیں) مع ان کی انیس سالہ رقم کے ایک رسالہ میں اس سال کے خاتمہ پر پیش کئے جائیں گے پہنچائی جا رہی ہے۔ اور ابھی ۳۰ نومبر تک کا وقت ہے کہ احباب کرام اپنے انیس سالہ حساب کو مکمل کر لیں۔ تا وقت گزر جانے پر ندامت اور افسوس نہ ہو۔

تحریک جدید کے دور اول کے ہر مجاہد کا فرض ہے کہ وہ پہلے سال انیس کا چندہ تحریک جدید اسی ماہ میں پورا کرے۔ کیونکہ اس سال کا وعدہ ادا کر لینا ضمانت ہے کہ وہ ادائیگی میں سابقون الاولون اور سلسلہ تبلیغ کو فائدہ پہونچانے والے ہیں۔ اور اسکے بعد اگر کسی کا گزشتہ سالوں میں سے بھی کوئی سال خالی یا بقایا ہے وہ پورا کریں۔ اگر کسی کو گزشتہ سال کا بقایا یا کسی سال کا خالی ہونا یاد نہ ہو۔ لیکن یہ یاد ہو کہ کسی سال کا بقایا خالی سال ہے تو "وکیل المال تحریک جدید ربوہ" کو فوراً لکھے۔ اسے انشاء اللہ تعالیٰ بقایا کی اطلاع فوراً دی جائے گی

مجاہدین تحریک جدید کو یہ تھوڑا سا وقت غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ اسے سستی اور غفلت میں نہ گزارنا چاہیئے۔ تا وہ انیس سال تک اشاعت اسلام کی مدمیں۔ جو بیرونی ممالک کی تبلیغ کے لئے مخصوص ہے حصہ لیں۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ۱۸۹۱ء کی پیشگوئی کو پورا کرنے والے اور پانچ ہزاری فوج کے کامل سپاہی بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔

(وکیل المال تحریک جدید ربوہ)

اجتماع میں شمولیّت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ خدام کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"پس میں ان خدام کے توجہ نہ کرنے کی وجہ سے جو اس جلسہ میں نہیں آئے افسوس اور تعجب کا اظہار کرنا چاہتا ہوں خدام الاحمدیہ کی غرض ان میں یہ احساس پیدا کرنا ہے۔ کہ وہ احمدیت کے خادم ہیں اور خادم وہی ہوتا ہے جو آقا کے قریب رہے جو خادم اپنے آقا کے قریب نہیں رہتا۔ وقت کے لحاظ سے یا کام کے لحاظ سے وہ خادم نہیں کہلا سکتا"

(تقریر فرمودہ بر موقعہ اجتماع خدام الاحمدیہ ۶ر فروری ۱۹۴۱ء)

قائدین مجالس خدام الاحمدیہ اندازہ کر لیں کہ حضور نے سالانہ اجتماع میں شمولیت کو کس قدر اہم قرار دیا ہے۔ پس خدام میں تحریک کریں کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اپنے آئندہ اجتماع میں شامل ہونے کی کوشش کریں (معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

کھڈیوں کے کام کا تجربہ رکھنے والے دوست

سوتی کپڑے اور دریوں کی تیاری کے لئے کھڈیوں کے کام کے تجربہ رکھنے والے دوست براہ مہربانی خاکسار کو اطلاع دیں۔ ایک ضروری امر کے بارہ میں مشورہ کرنا ہے۔ (خاکسار قریشی عبد الرشید وکیل التجارت ربوہ)

رضوان عبد اللہ!

خدا کے دین کا تھا اک جواں رضوان عبد اللہ
ہوا ہے آج دنیا سے نہاں رضوان عبد اللہ

سعادت جاننے والے کی بھی دیکھیں دیکھنے والے
لگا کرنے وضو شن کر اذاں رضوان عبد اللہ

یکایک برلب دریا وہ پھسلا۔ موج نے گھیرا
نہیں کچھ کر سکا منہ سے بیاں رضوان عبد اللہ

جوانی کی بہاروں میں پیا جام شہادت یوں
کہ ظاہر میں ہوا اندر خزاں رضوان عبد اللہ

چلا جشمہ سے ربوہ کو گیا ربوہ سے جنت میں
کہاں سے ہو کے جا پہنچا کہاں رضوان عبد اللہ

امام پاک کے قدموں میں آیا منزلت پائی
ہوا مقصد میں اپنے کامراں رضوان عبد اللہ

بنا ہے مرغ بسمل احمدیت کا نشاں خادم
شہید علم شان عاشقاں رضوان عبد اللہ ۱۳۷۲

(کیپٹن ملک خادم حسین نشتر)

ربوہ میں مزید رہائشی قطعات

قیمتوں میں تخفیف

(۱) احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ ربوہ کے مختلف محلوں میں باموقع رہائشی قطعات نکلتے ہیں۔ ہر محلہ میں موقعہ کے لحاظ سے الگ الگ نرخ مقرر کیا گیا ہے۔ لیکن پہلے کی نسبت قیمتوں میں معتدبہ کمی کر دی گئی ہے۔ خواہشمند احباب بذریعہ خط و کتابت تفصیل معلوم فرمائیں۔ یا خود تشریف لا کر موقعہ محل دیکھ کر جگہ پسند فرمالیں۔ قیمت یکمشت وصول کی جائے گی۔

(۲) جن دوستوں نے ان قطعات کی امید میں پیشگی رقوم پہلے نرخ پر جمع کرائی تھیں۔ ان کو اختیار ہے کہ چاہیں تو ادا کردہ رقم کے لحاظ سے حساب کر کے مزید زمین لے لیں۔ اور چاہیں تو زائد رقم واپس لے لیں۔

(۳) جو دوست باہر کے محلوں سے اندر کے محلوں میں اپنی زمین تبدیل کرانا چاہیں۔ وہ بھی اپنی ادا کردہ قیمت اور نئے قطعات کی قیمت کا فرق ادا کر کے تبادلہ کر سکتے ہیں۔

(سیکرٹری کمیٹی آبادی ربوہ)

ولادت

مورخہ ۴ر ستمبر ۱۹۵۳ء کو اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی مرزا جان عالم بیگ صاحب وکیل انکم ٹیکس کو فرزند عطا فرمایا۔ احباب بچہ کی صحت عمر درازی خادم دین ہونے اور والدین کے لئے قرۃ العین بننے کے لئے دعا فرمائیں۔

(مرزا حمید احمد تحسین شیخوپورہ)

عبوری دستور کا خیر مقدم کرو

(منقول از روزنامہ شہباز پشاور ۲۵ ستمبر ۱۹۵۳ء)

قارئین کو یاد ہوگا۔ گذشتہ نومبر میں جب مجلس اصولی دستور کی رپورٹ شائع ہوئی۔ تو اس کی بعض دفعات کے متعلق بعض حلقوں میں شدید اختلافات پیدا ہوگئے۔ چنانچہ رپورٹ اب تک تعطل کی حالت میں پڑی ہے۔ اور ترتیب دستور کے سلسلہ میں کوئی مزید قدم نہیں اٹھایا جا سکا۔ لیکن جب سے مسٹر محمد علی وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ اس محاذ میں پھر حرکت کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ انہوں نے پچھلے دنوں یہ تجویز پیش کی کہ موجودہ جمود کو جاری رکھنا ہرگز مناسب نہیں۔ تدبر اور دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ دستور کے معاملہ میں جن باتوں پر ہمارا اتفاق ہے ان کو جمع کر کے ہم سر دست فی الحال ایک عبوری دستور مرتب کر دیں جس پر ساری قوم متفق ہو۔ اس کے ساتھ ہی وزیر اعظم نے یہ بھی واضح کر دیا کہ

"دستور وضع کرنا دستور ساز اسمبلی کا کام ہے اور دستور ساز اسمبلی آپ لوگوں کے آگے جوابدہ ہے اس لئے آپ حضرات کو یقین رکھنا چاہیئے کہ اس دستور میں کوئی ایسی دفعہ شامل نہ کی جائے گی جس کو قوم کی پوری تائید و حمایت حاصل نہ ہو۔ عبوری دستور کی بعض مجوزہ دفعات کے متعلق بعض حلقوں میں بے یقینی اور اختلاف کی کیفیت نمایاں ہے اس کو دور کرنا ضروری ہے" (تقریر یکم اگست)

اس کے بعد وزیر اعظم نے تصریح کی۔ کہ دستور لازماً ایسا ہوگا جو اسلامی جمہوریت اور معاشرتی عدل کے اصولوں پر مبنی ہوگا۔ اس میں ملاؤں کی حکومت نہ ہوگی۔ لیکن اس کے اصول اساسی لازمی اسلامی ہوں گے۔ بعض حلقوں میں ایک اور غلط فہمی پھیلائی جا رہی تھی۔ کہ مجوزہ عبوری دستور میں دستور ساز اسمبلی کے اختیارات مسلوب کر دیئے جائیں گے۔ اور اس کی فرمانروائی کو محدود کر دیا جائے گا۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ۔

"میں اپنی اور اپنے رفقاء کی طرف سے آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ دستور ساز اسمبلی کی فرمانروایانہ حیثیت میں کسی قسم کی مداخلت کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ چنانچہ دستور میں کوئی ایسی دفعہ نہ ہوگی جس کی رو سے کسی ایکزیکٹو کو اسمبلی کے موقوف کر دینے کا اختیار حاصل ہو جائے۔ میرا خیال ہے کہ میرے اس بیان سے غلط فہمیوں کا بالکل سدباب ہو جائے گا"

گویا تین باتیں تسلیم ہیں۔

اول۔ عبوری دستور میں صرف وہ باتیں شامل کی جائیں گی جن پر پوری قوم کا اتفاق ہوگا۔

دوم۔ دستور اسلام کے سکھائے ہوئے اصول جمہوریت مساوات عدل معاشرتی پر مبنی ہوگا۔

سوم۔ دستور ساز اسمبلی کے حقوق و اختیارات کاملاً محفوظ رہیں گے۔ اور کسی ایک شخص کو یہ اختیار نہ دیا جائے گا۔ کہ وہ اسمبلی کو برخاست کر سکے۔

مسٹر محمد علی کے جذبات بالکل پاکستانی عوام کے جذبات ہیں۔ انہوں نے متعدد بار اس امر پر تاسف کا اظہار کیا ہے۔ کہ ہم گذشتہ ۶ سال کے دوران میں اپنی مملکت کا دستور بھی نہیں بنا سکے۔ اور اسی قانون حکومت ہند کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں جس میں پاکستان کی ضرورت کے مطابق بعض ترمیمیں کر دی گئی تھیں ان کے نزدیک یہ امر بے حد افسوسناک ہے کہ بعض معاملات پر اختلافات ہونے کی وجہ سے اب تک دستور سازی کی کوششیں ناکام رہیں۔

پس جس حالت میں ہمارا وزیر اعظم ہماری ہی طرح سوچتا ہے ہماری ہی طرح محسوس کرتا ہے ہماری رائے کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کا روادار نہیں۔ ہمارے دین کے اصول کی حفاظت ضروری سمجھتا ہے۔ اور ہماری نمائندہ اسمبلی کے وقار و اختیارات کا محافظ بھی ہے تو خواہ مخواہ غلط فہمیاں اور بدگمانیاں پھیلانا سراسر شرانگیزی نہیں تو اور کیا ہے۔

اگر اہل پاکستان غور کریں۔ تو انہیں معلوم ہوگا۔ کہ یہ شرانگیزی صرف ایسے طبقوں کی طرف سے کی جا رہی ہے۔ جو اغراض کے بندے ہیں۔ اور جن کے پیش نظر مملکت پاکستان کی فلاح۔ ملت اسلامیہ کی بہبود اور دین کی سربلندی نہیں۔ بلکہ کچھ اور ہے ——— امید ہے کہ وہ شرانگیزوں کی بات سننے سے انکار کر دیں گے۔ اور اپنی وزارت کے اعمال سے اس کی نیک نیتی یا بد دیانتی کا اندازہ خود لگائیں گے۔

چونکہ عبوری دستور عنقریب دستور ساز اسمبلی میں پیش ہونے والا ہے۔ اور وہ مسودہ ہی کی شکل میں قوم کے سامنے آنے والی ہیں۔ اس لئے ہر شخص کو آمادہ رہنا چاہیئے۔ کہ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں۔ متفقہ چیزوں پر اتفاق ہو جانے کے بعد انشاء اللہ آہستہ آہستہ اختلافی مسائل میں بھی مفاہمت کی صورت نکل آئے گی۔ اور بہت جلد ہمارا دستور مکمل ہو کر نافذ ہو جائے گا۔

(پروفیسر لطیف الحسن ایم اے)

درخواست دعا

میرے خسر مکرم چودھری جلال الدین صاحب چک ۲۷ سرگودھا گذشتہ دس ماہ سے مسلسل بیمار چلے آ رہے ہیں۔ میں احباب کی خدمت میں ان کی شفایابی اور صحت کاملہ کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

(خاکسار عبد المالک [illegible])

فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی کارروائی

مولانا اختر علی خان کے بیان کی مزید تفصیلات

فسادات پنجاب کی تحقیقات کرنے والی عدالت نے ۲۸ر اگست کو روزنامہ زمیندار لاہور کے ایڈیٹر مولانا اختر علی خاں کا بیان قلمبند کیا۔ ان کے بیان کا ایک حصہ کل کے المصلح میں شائع ہو چکا ہے۔ بیان کے وہ حصے جو شائع ہونے سے رہ گئے تھے ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں:۔

عدالت نے مولانا سے پوچھا۔

سوال:۔ کیا آپ نے فوجی عدالت میں کوئی بیان دیا تھا؟

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ کیا آپ نے اس عدالت میں حسب ذیل بیان دیا ——— "جون ۱۹۵۲ء میں ایک کنونشن منعقد کی گئی جس میں حسب ذیل افراد نے شرکت کی۔ مولانا ابو الحسنات۔ ماسٹر تاج الدین۔ مظفر علی شمسی۔ مولانا داؤد غزنوی۔ مولانا غلام الدین جو خاص امور پر کنونشن میں بحث ہوئی وہ یہ تھے۔ (الف) احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ (ب) چودھری محمد ظفر اللہ خاں کو وزارت سے علیحدہ کر دیا جائے۔"

جواب:۔ جی ہاں میں نے عدالت میں مذکورہ بیان دیا تھا۔ لیکن میری مراد اس کنونشن سے تھی۔ جو جولائی میں برکت علی محمڈن ہال میں منعقد ہوئی تھی۔ یہ میری غلطی تھی۔ کہ میں نے کنونشن کے انعقاد کے سلسلے میں جون ۱۹۵۲ء کے مہینے کا ذکر کیا۔

الزامات

مولانا نے اس امر سے انکار کیا۔ کہ انہوں نے کنونشن میں شرکت کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی میں احمدیوں اور دیگر مسلمانوں کے مابین ایک منافرت انگیز تقریر کرنے کے الزام میں فوجی عدالت نے ۱۴ سال قید کا سزاوار ٹھہرایا تھا۔ انہوں نے عدالت کے روبرو اعلان کیا۔ کہ دونوں الزام بے بنیاد تھے۔ انہوں نے کہا۔ جہاں تک مجھے علم ہے۔ مولانا داؤد غزنوی مظفر علی شمسی اور مولانا غلام الدین کا مجلس احرار سے تعلق نہیں ہے۔ رہے ماسٹر تاج دین تو وہ یقیناً مجلس احرار کے رکن ہیں۔ مولانا اختر علی خاں نے کہا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ آل پارٹیز مسلم کنونشن کے متعلق جو ۱۳ر جولائی کو لاہور میں منعقد ہوئی تھی۔ کوئی اشتہار نہیں دیا گیا تھا۔

سوال:۔ کیا آپ کو علم ہے کہ ۱۶ر جنوری سے ۱۸ جنوری تک کسی تاریخ کو کراچی میں علماء کی جو میٹنگ ہوئی تھی۔ اور جس میں مرکزی مجلس عمل کی تشکیل عمل میں آئی تھی۔ وہ کس کی طرف سے منعقد کی گئی تھی؟

جواب:۔ جناب مجھے معلوم نہیں۔

سوال:۔ کیا اس کانفرنس میں شرکت کے لئے آپ کو کوئی دعوت موصول ہوئی تھی؟

جواب:۔ نہیں۔

سوال:۔ ۱۳ر جولائی کو لاہور میں جو کنونشن منعقد ہوئی تھی۔ اور جس نے پنجاب کے لئے ایک مجلس مقرر کی تھی۔ کیا آپ اس مجلس عمل کے رکن تھے؟

جواب:۔ جی ہاں میں مجلس عمل کے ممبران میں سے ایک تھا۔ دوسرے ممبران کے نام یہ ہیں۔ مولانا داؤد غزنوی۔ مولانا ابو الحسنات محمد احمد۔ مظفر علی شمسی ماسٹر تاج الدین اور صاحبزادہ فیض الحسن۔

سوال:۔ ان حضرات میں سے کون سے صاحب مسلم لیگی ہیں؟

جواب:۔ میرے سوا کوئی نہیں

سوال:۔ تقسیم سے قبل مولانا داؤد غزنوی سیاسی طور پر کس جماعت کے ساتھ وابستہ تھے؟

جواب:۔ وہ مجلس احرار سے تعلق رکھتے تھے۔

مجلس احرار

سوال:۔ قیام پاکستان سے قبل احراریوں کا سیاسی مسلک کیا تھا؟

جواب:۔ احرار پارٹی کے لیڈر قیام پاکستان کے مخالف تھے۔ وہ دو قوموں کے نظریہ اور ملک کی تقسیم کے خلاف تھے۔ جہاں تک مجھے علم ہے۔ مظفر علی شمسی گورداسپور کے رہنے والے ہیں۔ وہ تقسیم کے بعد پاکستان آئے تھے۔

سوال:۔ کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ تقسیم سے قبل وہ کس سیاسی جماعت کے ساتھ وابستہ تھے؟

جواب:۔ مجھے ان کے ماضی یا مولانا غلام دین کے ماضی کے متعلق کچھ علم نہیں ہے۔ مجھے ان کے بارے میں سب سے پہلی بار اس وقت علم ہوا کہ جب مجلس عمل بنائی گئی۔

سوال:۔ کیا آپ مرکزی مجلس عمل کے ممبران کے نام بتا سکتے ہیں۔ جس کی تشکیل علماء کی اس میٹنگ میں عمل میں آئی تھی۔ جو کراچی میں ۱۶ر جنوری سے ۱۹ر جنوری تک منعقد ہوئی تھی۔

جواب:۔ مولانا عبد الحامد بدایونی۔ ماسٹر تاج دین۔ مولانا محمد شفیع۔ مولانا احتشام الحق۔ صاحبزادہ فیض الحسن مولانا محمد احمد اور مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری۔

سوال:۔ آپ مولانا عبد الحامد بدایونی کو کب سے جانتے ہیں؟

جواب:۔ میں ان کو تحریک خلافت کے زمانے سے جانتا ہوں۔

تحریک خلافت

سوال:۔ وہ کیا مقصد تھا۔ کہ جس کی خاطر تحریک خلافت چلائی گئی تھی؟

جواب:۔ یہ تحریک اس وقت چلائی گئی تھی۔ کہ جب یورپی طاقتوں نے طرابلس اور بلقان پر حملہ کیا تھا۔ اس تحریک کا مقصد ترکی کے خلاف یورپی طاقتوں کی جارحیت کو روکنا تھا۔

(باقی صفحہ ۷ پر)

اختر علی کا بیان (بقیہ صفحہ ۶)

کہ جہاں ان دنوں خلافت قائم تھی۔

سوال:۔ جب ترکوں نے خلافت کو ختم کر دیا۔ تو کیا تحریک اس کے بعد بھی جاری رہی؟

جواب:۔ جب ترکوں نے خلافت کا خاتمہ کر کے وہاں غیر مذہبی حکومت کا اعلان کیا۔ تو ہندوستان میں اس تحریک کی سرگرمیاں بھی ختم ہو گئیں۔

سوال:۔ تقسیم سے قبل مولانا عبد الحامد بدایونی کا مسلک کیا تھا؟

جواب:۔ وہ کانگرس سے تعلق رکھتے تھے

سوال:۔ تقسیم ملک اور قیام پاکستان کے متعلق کانگرس کا نظریہ کیا تھا؟

جواب:۔ وہ نئی مملکت کے قیام اور دو قوموں کے نظریہ کے خلاف تھی۔

سوال:۔ ماسٹر تاج الدین کہاں کے رہنے والے ہیں؟

جواب:۔ وہ لدھیانہ کے باشندے ہیں۔

سوال:۔ تقسیم سے پہلے وہ سیاسی طور پر کس جماعت سے وابستہ تھے؟

جواب:۔ ابتداءً وہ بھی کانگرس کے حامی تھے۔ بعد میں انہوں نے مجلس احرار میں شمولیت اختیار کر لی۔

سوال:۔ مولانا احتشام الحق کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ تقسیم سے قبل وہ کیا کرتے تھے؟

جواب:۔ وہ یوپی کے رہنے والے ہیں۔ تقسیم کے بعد وہ پاکستان آ گئے۔ ان کے سیاسی مسلک اور وابستگی کے متعلق مجھے کچھ علم نہیں۔

سوال:۔ کیا وہ جمعیۃ العلماء کے رکن تھے؟

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ تقسیم سے قبل جمعیۃ العلماء ہند کا سیاسی مسلک کیا تھا؟

جواب:۔ جمعیۃ کے نظریات وہی تھے جو کانگرس اور احرار کے تھے یعنی وہ دو قوموں کے نظریہ مسلم لیگ اور قیام پاکستان کی مخالف تھی۔

سوال:۔ کیا آپ جمعیۃ العلماء ہند کے متعلق کچھ جانتے ہیں۔

جواب:۔ اس کا وجود اب بھی قائم ہے۔ اور اس کا ہیڈ کوارٹر ہندوستان میں ہے

سوال:۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں۔

جواب:۔ وہ امرت سر میں رہتے تھے لیکن کبا اوقات وہ لاہور آتے رہتے تھے۔ وہ مجلس احرار کے سرکردہ ممبروں میں سے ہیں۔ اور فصیح البیان مقرر ہیں۔

سوال:۔ میاں ممتاز محمد خان دولتانہ سے آپ کے تعلقات کیسے تھے؟

جواب:۔ میاں ممتاز محمد خان دولتانہ سے میرے تعلقات ایسے ہی تھے۔ جیسے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان سے ہونے چاہئیں۔

سوال:۔ کیا آپ ہفتہ میں ایک بار ان کے ہاں جاتے تھے؟

جواب:۔ نہیں جناب۔

(باقی بر صفحہ ۸)

اختر علی خاں کا بیان بقیہ صفحہ

سوال :۔ کیا آپ نے سپیشل فوجی عدالت میں یہ بیان دیا تھا؟ کہ ”میں قریب قریب ایک ایک سفتہ کے وقفہ کے بعد باقاعدگی سے میاں ممتاز محمد دولتانہ سے ان کے گھر پر ملا کرتا تھا۔

جواب :۔ جی ہاں۔ لیکن جو کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ میں میاں ممتاز دولتانہ سے باقاعدگی کے ساتھ ہر ہفتہ نہیں بلکہ کبھی کبھی ملا کرتا تھا۔

سوال :۔ کیا میاں ممتاز دولتانہ نے کبھی آپ سے یہ بھی کہا تھا۔ کہ اس تحریک کی حمایت کی جائے۔ جس کا مقصد ”قادیانیوں“ کو اقلیت قرار دلانا اور چودھری محمد ظفر اللہ خاں کو مرکزی کابینہ سے علیحدہ کرانا تھا؟

جواب نہیں۔

سوال :۔ کیا آپ نے خصوصی فوجی عدالت میں حسب ذیل بیان دیا تھا؟ — ”گفتگو کے دوران میں میاں ممتاز محمد دولتانہ نے مجھے بتایا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ اس تحریک کی حمایت کی جائے۔ جس کا ذکر بیان کے گذشتہ حصے میں آچکا ہے“

جواب :۔ جی ہاں میں نے یہ بیان دیا تھا۔ میاں ممتاز دولتانہ نے یقیناً مجھ سے کہا تھا۔ کہ ان کی خواہش ہے۔ کہ اس تحریک کی حمایت کی جائے۔

سوال :۔ کیا آپ نے خصوصی فوجی عدالت کے سامنے حسب ذیل بیان دیا تھا؟ — ”ان ملاقاتوں میں انہوں نے (یعنی میاں ممتاز دولتانہ نے) کہا۔ کہ مسلم لیگ نے ایک قرارداد کے ذریعہ ان مطالبات کو تسلیم کر لیا ہے۔ کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیدیا جائے۔ اور ظفر اللہ خاں کو مرکزی کابینہ سے علیحدہ کر دیا جائے۔ گفتگو کے دوران میں میاں ممتاز دولتانہ نے مجھ سے کہا۔ کہ وہ (یعنی میاں ممتاز دولتانہ) چاہتے ہیں۔ کہ اس تحریک کی حمایت کی جائے۔ انہوں نے یہ بھی کہا۔ کہ تحریک کو علی الخصوص مرکزی حکومت کے خلاف چلایا جائے۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکے۔ پنجاب میں کچھ نہ کیا جائے۔“

جواب :۔ جی ہاں میں نے یہ بیان دیا تھا اور یہ بیان صحیح ہے۔

سوال :۔ اس سے پہلے ایک سوال کے جواب میں آپ نے کہا تھا۔ کہ مسٹر دولتانہ نے مجھ سے اس خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ کہ تحریک کی حمایت کی جائے۔“ تو کیا آپ کا یہ جواب غلط تھا؟

جواب :۔ یقیناً یہ جواب غلط ہوگا۔

سوال :۔ کیا آپ نے ۲ مئی ۱۹۵۳ء کو سنٹرل جیل لاہور سے مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ میجر جنرل محمد اعظم خاں کے نام کوئی درخواست بھیجی تھی؟

جواب۔ جی ہاں۔ میں نے مذکورہ تاریخ کو انہیں ایک درخواست بھیجی تھی — مولانا نے اس خیال سے اتفاق نہیں کیا۔ کہ میاں ممتاز محمد دولتانہ احمدیوں کے خلاف فسادات کے ذمہ دار تھے۔ لیکن جب ان سے کہا گیا۔ کہ انہوں نے مذکورہ درخواست میں الزام لگایا تھا۔ کہ ”حقیقت یہ ہے۔ کہ احمدیوں کے خلاف فسادات کے میاں ممتاز دولتانہ ہی ذمہ دار ہیں“۔ تو انہوں نے اس امر کو تسلیم کر لیا۔ مولانا نے اس بارے میں مزید کہا۔ صوبائی وزیر اعلیٰ ہونے کی حیثیت میں میاں ممتاز دولتانہ کو ضرور ذمہ دار ٹھہرانا چاہیئے۔

سوال :۔ چودھری محمد ظفر اللہ خاں کو ان کی موجودہ پوزیشن سے ہٹانے کے لئے جو تحریک چلائی گئی تھی۔ کیا میاں ممتاز دولتانہ اس کے اصل محرک تھے؟

جواب :۔ یقیناً میں کہتا ہوں۔ کہ میاں ممتاز دولتانہ ہی نے اس تحریک کا آغاز کیا تھا۔

سوال :۔ کیا آپ نے ۲ مئی ۱۹۵۳ء کی درخواست میں یہ لکھا تھا۔ کہ؟ — ”میاں ممتاز دولتانہ کے مشورے پر ہی ظفر اللہ خاں کو علیحدہ کرانے کی تحریک چلائی گئی تھی۔“

جواب۔ جی ہاں۔

میاں ممتاز دولتانہ کے ارادے

سوال :۔ کیا آپ نے اپنی ۲ مئی ۱۹۵۳ء کی درخواست میں یہ بھی لکھا تھا۔ کہ — ”تحریک ختم نبوت کے آغاز سے قبل میاں ممتاز دولتانہ نے مجلس عمل کے ممبران کا ایک اجلاس اپنے مکان پر طلب کیا۔ اس اجلاس میں مولانا ابوالحسنات۔ سید محمد احمد۔ ماسٹر تاج الدین۔ مظفر علی شمسی کے علاوہ میں نے بھی شرکت کی۔ انہوں نے واضح الفاظ میں ہمیں بتایا۔ کہ اگر ہم نے ڈائریکٹ ایکشن شروع کیا۔ تو ان کی ہمدردیاں ہمارے ساتھ ہوں گی۔ لیکن تحریک لاہور کی بجائے کراچی میں چلائی جائے۔ در اصل وہ چاہتے یہ تھے کہ جب تحریک شروع ہوگی۔ تو خواجہ ناظم الدین ان سے اس تحریک کو دبانے کے لئے کہیں گے۔ اس طرح وہ عوام پر بھی اثر ڈال سکیں گے۔ اور مرکزی حکومت پر بھی۔ فسادات کے دوران میں میاں دولتانہ نے جو متضاد بیانات دیئے۔ وہ اس پر گواہ ہیں۔“

جواب :۔ میں نے ضرور یہ بیان اس درخواست میں درج کیا تھا۔ اور یہ بیان صداقت پر مبنی ہے۔

مولانا اختر علی خاں نے یہ تسلیم کیا۔ کہ انہوں نے لاہور میں سرحد کے سابق وزیر اعلیٰ خان عبدالقیوم خاں سے مسٹر دولتانہ کے بارے میں بات چیت کی تھی۔ مولانا نے بیان کیا۔ کہ خان عبدالقیوم نے کہا تھا۔ کہ جہاں تک پارٹی کے مسئلے کا تعلق ہے۔ مسٹر دولتانہ دورخی پالیسی پر عمل کر رہے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں مولانا اختر علی خاں نے کہا۔ لاہور میں غنڈوں کی سرگرمیوں کی ذمہ داری صوبے کے سابق وزیر اعلیٰ پر عائد ہوتی ہے۔

سوال :۔ کیا مسٹر دولتانہ نے کبھی کسی غنڈے کو جیل سے رہا کرایا تھا؟

جواب :۔ جی ہاں!

سوال :۔ کیا آپ نے اسی لئے اپنی درخواست میں دیئے الفاظ میں یہ لکھا تھا۔ کہ — ”گذشتہ فسادات میں جو خونریزی اور تباہی مچی۔ اس کا ذمہ دار غنڈہ عنصر تھا۔ نیز اس کی ذمہ داری سابق وزیر اعلیٰ پر بھی عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ جب بھی کسی غنڈے کو جیل بھیجا جاتا تھا۔ اسے سابق وزیر اعلیٰ کے اثر یا ان کی سفارش سے چھڑوا لیا جاتا تھا۔ وہ لوگوں کی نگاہوں میں اور زیادہ مقبول بننے کے لئے ایسا کرتے تھے۔“

جواب :۔ جی ہاں۔

مولانا اختر علی خاں نے اس سے انکار کیا۔ کہ اس مسئلہ پر مرکزی حکومت کی مخالفت کرنے یا ڈائرکٹ ایکشن شروع کرنے کے بارے میں میاں ممتاز دولتانہ نے ہدایات دی تھیں۔

سوال :۔ کیا آپ نے اپنی ۲ مئی ۱۹۵۳ء کی درخواست میں یہ لکھا تھا۔ کہ — ”انہوں نے (دولتانہ نے) مرکزی حکومت کی مخالفت کرنے اور ڈائرکٹ ایکشن شروع کرنے کے بارے میں ہدایات دیں“۔

جواب :۔ مجھے یاد نہیں۔ کہ میں نے ایسی کوئی بات اس درخواست میں لکھی ہو۔

مولانا اختر علی خاں نے کہا۔ کہ یہ مسٹر دولتانہ ہی تھے۔ جنہوں نے خواجہ ناظم الدین کو خوش کرنے کے لئے مجھے سزا دلوائی۔ اور جیل بھجوایا۔ انہوں نے بتایا۔ کہ مجھے ۱۴ یا ۱۵ مئی کو سزا کا حکم سنایا گیا تھا۔

سوال :۔ کس چیز نے تمہیں جیل سے ۲ مئی ۱۹۵۳ء کو مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ کے نام درخواست لکھنے پر مجبور کیا؟

جواب :۔ میں نے خیال کیا۔ کہ اگر مجھے سزا مل سکتی ہے۔ تو جو کچھ وقوع میں آیا ہے۔ مسٹر دولتانہ اور خواجہ ناظم الدین کو بھی اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جانا چاہیئے۔ پاکستان کے وزیر اعظم اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے جو کچھ کیا تھا۔ وہ اس کے ذمہ وار تھے۔ اور اس بات کے سزاوار تھے۔ کہ انہیں بے نقاب کیا جائے۔

احراریوں نے احمدیوں کے مسئلے کو اس لئے ہوا دی۔ کہ وہ سیاسی میدان میں اپنا کھویا ہوا وقار بحال کرنا چاہتے تھے۔ تقسیم کے بعد احرار سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔

فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی کاروائی

(ابو الحسنات محمد احمد قادری کا بیان)

لاہور ۱۰ ستمبر۔ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت نے جو چیف جسٹس مسٹر محمد منیر اور مسٹر جسٹس ایم آر کیانی پر مشتمل ہے۔ سہ پانچ اور گواہوں کے علاوہ مولانا ابوالحسنات محمد احمد کو جو کل بیان دے چکے تھے۔ آج پھر مجلس عمل کی درخواست پر طلب کیا۔ عدالت کے ۴۲ جلسوں میں اب تک تیس گواہوں کے بیانات ہو چکے ہیں۔ ان پانچوں گواہوں نے جنہیں مجلس احرار کی طرف سے طلب کیا گیا تھا۔ عدالت کو بتایا کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا تھا۔ جو جیپ میں سوار تھے اور شہر کے مختلف حصوں میں لوگوں پر فائر نگ کر رہے تھے۔ پاکستان ریڈ کراس سوسائٹی کے اعزازی سیکرٹری مسٹر ٹینیسن بھی ان میں شامل تھے۔ پانچوں گواہوں کے بیانات قلمبند کرنے کے بعد عدالت نے مجلس احرار کے وکیل مولانا مظہر علی اظہر سے دریافت کیا۔ کہ کیا وہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ جن لوگوں نے جیپ میں سے گولیاں چلائیں۔ وہ احمدی تھے۔ یا وہ جیپ یا ٹرک کسی احمدی کی ملکیت تھی۔ مولانا مظہر علی نے کہا کہ اس کے لئے مسٹر ٹینیسن کا بیان کافی ہے۔ اس پر عدالت نے دو دوسرے گواہوں کو جو سات احرار کی طرف سے اور دو مجلس عمل کی طرف سے پیش کئے جانے تھے طلب نہیں کیا۔ عدالت نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ مسٹر ٹینیسن کا بیان پہلے ہی لیا جا چکا ہے۔ اب عدالت لاہور کے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر میجر جنرل اعظم خان کا بیان قلمبند کرنا چاہتی ہے۔ مجلس احرار کی طرف سے طلب کرنے پر مولانا ابوالحسنات نے عدالت کو بتایا۔ کہ انہوں نے ایک رسالہ دیکھا تھا۔ جس کے مصنف امیر جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی تھے۔ اس رسالہ میں مولانا مودودی نے یہ خیال ظاہر کیا تھا۔ کہ کشمیر کی جنگ جہاد نہیں ہے۔ مولانا ابوالحسنات نے کہا۔ کہ ان کی جماعت نے اس مسئلہ پر غور کیا۔ اور اس کے خلاف فتویٰ جاری کر دیا۔ اس فتویٰ کے مصنف مولانا محمد حسن جامعہ اشرفیہ والے مولانا محمد علی اور وہ خود تھے۔

سوال :۔ آپ نے کل یہ کہا تھا کہ اگر کسی پولیس کے سپاہی یا فوجی کو حکام کی طرف سے ایسا کام کرنے کی ہدایت کی جائے۔ جسے آپ مذہب کے خلاف سمجھتے ہیں۔ تو اس پولیس کے سپاہی یا فوجی کو ان احکام کی تعمیل کرنے سے انکار کر دینا چاہیئے۔ کیا آپ اس سپاہی یا فوجی کو یہ حق دیتے ہیں کہ وہ اس کا فیصلہ خود ہی کرے۔ کہ یہ حکم اس کے مذہب کے خلاف ہے — جواب :۔ یقیناً

ایک اور سوال کے جواب میں کہ اگر پاکستان اور کسی اور اسلامی ملک میں جنگ چھڑ جائے۔ اور اگر ایک فوجی یہ خیال کرے کہ پاکستان غلطی پر ہے اور یہ کہ دوسرے ملک کے خلاف جنگ چلانا مذہب کے خلاف ہے۔ تو کیا اس صورت میں جیسا کہ آپ نے کہا ہے۔ وہ فوجی اپنے افسر کا حکم ماننے سے انکار کرنے میں حق بجانب ہوگا مولانا نے جواب دیا کہ اس قسم کی ہنگامی حالت میں اس فوجی کو علماء سے فتویٰ لینا چاہیئے۔

سوال :۔ حضرت عائشہ کے ساتھ طلحہ اور زبیر کے حضرت علی کے خلاف بصرہ پر حملہ کرنے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب :۔ میرا خیال ہے کہ طلحہ اور زبیر غلطی پر تھے جہاں تک حضرت عائشہ کا تعلق ہے وہ خود ہی اس وقت واپس آگئیں جب انہیں یہ احساس ہوا کہ ان کا اقدام غلط تھا مولانا ابوالحسنات نے تسلیم کیا کہ وہ بورڈ آف اسلامیات کے رکن ہیں۔ اور انہیں بورڈ کے ہر جلسہ میں شرکت کے پچاس روپے ملتے تھے پہلے انہوں نے اس بات سے انکار کر دیا تھا کہ انہیں محکمہ اسلامیات سے کوئی لیکچر دینے یا کوئی مضمون لکھنے پر معاوضہ ملا کرتا تھا۔ مگر بعد میں انہوں نے کہا۔ کہ انہوں نے کھاریاں گجرات قصور۔ نارمل سکول۔ لاہور چھاؤنی اور باغبانپورہ کے ایک ہائی سکول میں لیکچر دیئے۔ اور انہیں اس بات کا معاوضہ ساٹھ یا تین سو روپے ادا کیا گیا۔ مولانا نے بتایا۔ کہ انہیں یہ رقم حکومت پنجاب کے محکمہ اسلامیات کی طرف جولائی ۱۹۵۲ء سے مارچ ۱۹۵۳ء تک کے عرصہ کیلئے ادا کی گئی جب انہیں زمیندار مورخہ ۳ فروری میں ان کی ایک تقریر دکھائی گئی جب انہیں زمیندار مورخہ ۳ فروری کے ان کی ایک تقریر دکھائی گئی۔ تو انہوں نے بتایا۔ کہ انہوں نے